

اُس نے کہا تھا

چند دھڑما دگلیری،



لوخواندوں کے لیے کتابوں کا سلسلہ

اُس نے کہا تھا

چندر دھرم شرما، انگلیری،

تالیف

امیتیشور

تھاوپر

ستیہ سیوک مکھرجی

مترجم

سید ظفر حسین



نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

یہ کتاب کے کے برلا فاؤنڈیشن کی کفالت سے تیار کی گئی ہے۔

ISBN 81-237-1220-0

مہسلا اردو اینڈیشن : 1995 (سا کا 1916)

© برائے تالیف : امیتیشور، 1994

© برائے اردو ترجمہ : نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا 1995

Uane Kaha Tha(Urdu)

قیمت : 6.50

ناشر : ڈائریکٹر نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

5-A گرین پارک نئی دہلی - 110016

امرتسر کے بازار میں بڑی بھیڑ رہتی ہے۔ رہیٹری والوں، اکتے تانگے والوں، خواجہ فروشوں کا شور مچا رہتا ہے،
’بہن جی، بھائی جی ذرا بیچ کے، مائی جی ابھی تو تجھے بہت جینا ہے۔ کیوں میرے تانگے کے نیچے آرہی ہے! بولتے ہوئے
تانگے والے اپنے تانگے تیزی سے نکال لے جاتے ہیں۔

ایسے بازار میں ایک دس گیارہ سال کا سکھ لڑکا آٹھ دس سال کی لڑکی کو تانگے کے نیچے آنے سے پچاتا ہے۔ لڑکے کا نام لہنا
ہے اور لڑکی کا نام حورا۔ دونوں ایک دکان پر جاتے ہیں۔ دکان دار دوسرے گاہکوں کو سامان دینے میں لگا ہے۔ لڑکی ٹریاں
لینے آئی ہے اور لڑکا وہی۔ دونوں اپنے اپنے ماما کے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ لڑکے نے پوچھا: ”تیرا گھر کہاں ہے؟“
”مگرے میں — اور تیرا؟“

”ما جھے میں — یہاں کہاں رہتی ہے؟“

”عطر سنگھ کی بیٹھک میں، وہ میرے ماما ہیں!“

دکان دار سے سامان لے کر دونوں ساتھ ساتھ چلے۔

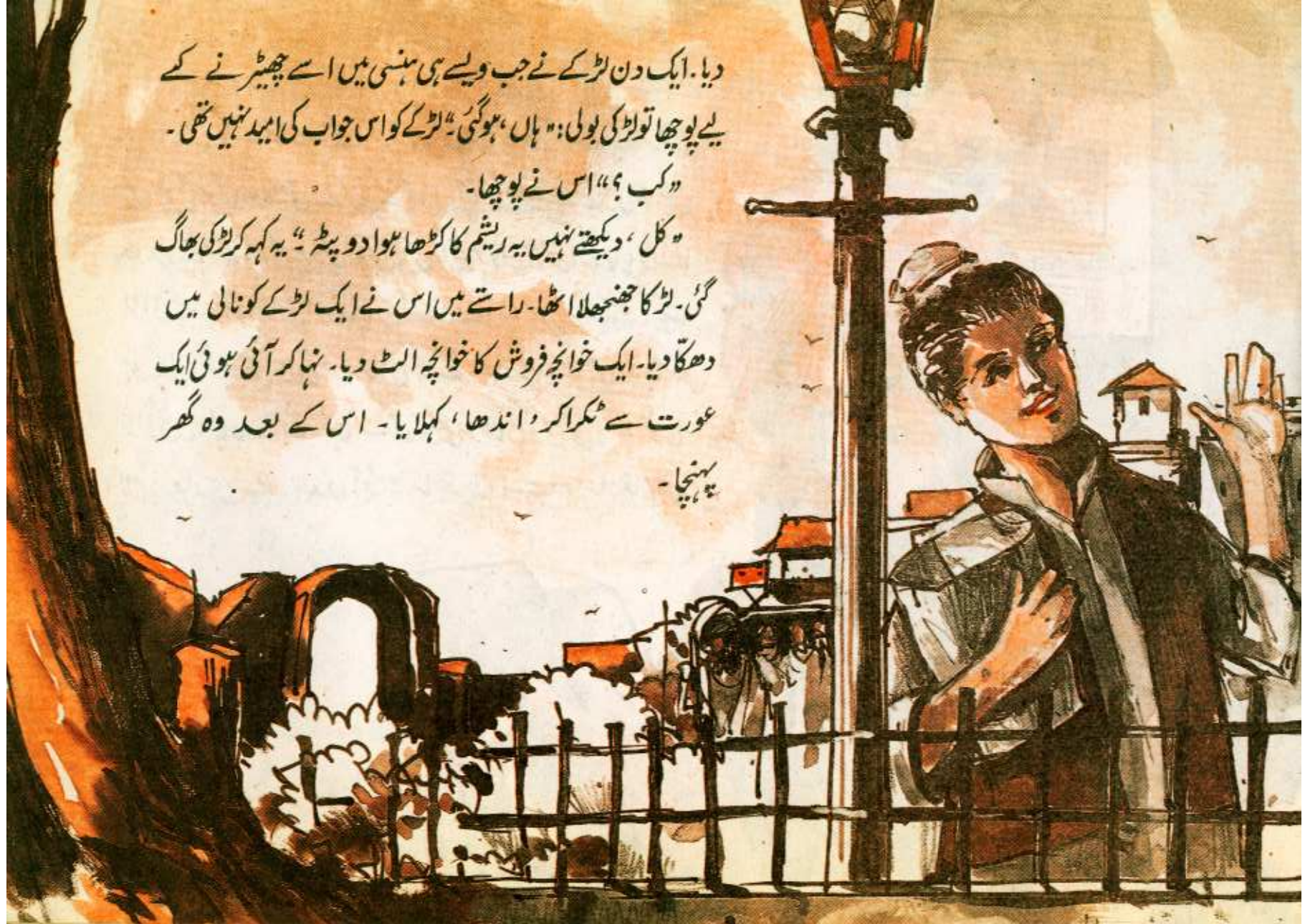
کچھ دور چل کر لڑکے نے پوچھا: ”تیری سگائی ہو گئی؟“ اس پر لڑکی نے اسے غصے سے دیکھا اور ”دھت“
کہہ کر بھاگ گئی۔ لڑکا منہ دیکھتا رہ گیا۔

اب وہ دوسرے تیسرے دن سبزی والے یا دودھ والے کے یہاں
ملتے۔ ایک مہینہ بیت گیا۔ لڑکے نے اس دوران دو یا تین بار پھر پوچھا:
"تیری سگائی ہو گئی؟" لڑکی نے ہر بار اس کا جواب "دھت" ہی

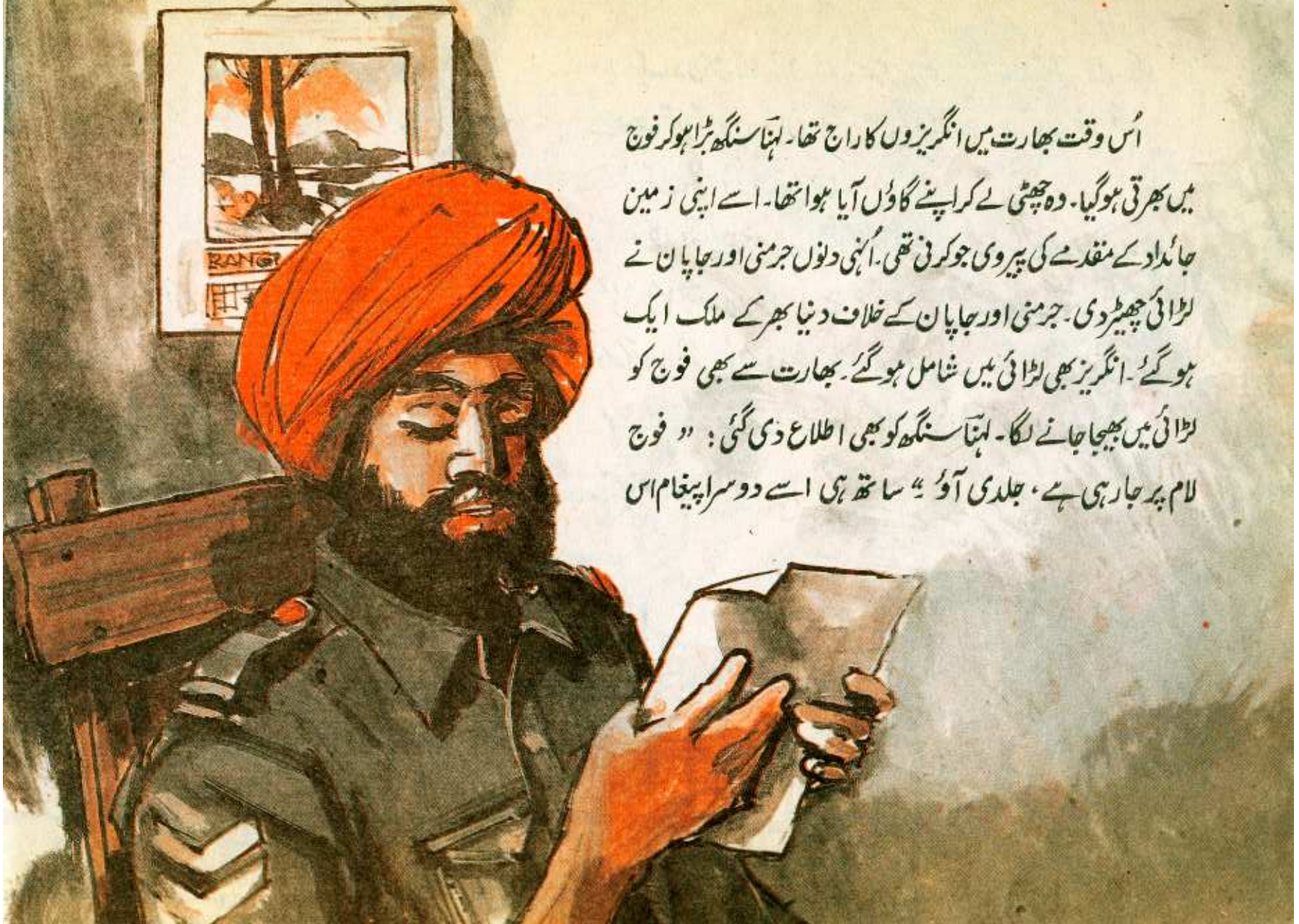


دیا۔ ایک دن لڑکے نے جب ویسے ہی مہنسی میں اسے چھیڑنے کے
لیے پوچھا تو لڑکی بولی: ”ہاں، ہوگئی۔“ لڑکے کو اس جواب کی امید نہیں تھی۔
”کب؟“ اس نے پوچھا۔

”کل، دیکھتے نہیں یہ ریشم کا کڑھا ہوا دوپٹہ۔“ یہ کہہ کر لڑکی بھاگ
گئی۔ لڑکا جھنجھلا اٹھا۔ راستے میں اس نے ایک لڑکے کو نالی میں
دھکا دیا۔ ایک خواجہ فروش کا خواجہ الٹ دیا۔ نہا کر آئی ہوئی ایک
عورت سے ٹکرا کر، اندھا، کہلایا۔ اس کے بعد وہ گھر
پہنچا۔



اُس وقت بھارت میں انگریزوں کا راج تھا۔ لہنا سنگھ بڑا ہو کر فوج
میں بھرتی ہو گیا۔ وہ چھٹی لے کر اپنے گاؤں آیا ہوا تھا۔ اسے اپنی زمین
جائداد کے مقدمے کی پیروی جو کرنی تھی۔ انہی دنوں جرمنی اور جاپان نے
لڑائی چھیڑ دی۔ جرمنی اور جاپان کے خلاف دنیا بھر کے ملک ایک
ہو گئے۔ انگریز بھی لڑائی میں شامل ہو گئے۔ بھارت سے بھی فوج کو
لڑائی میں بھیجا جانے لگا۔ لہنا سنگھ کو بھی اطلاع دی گئی: ” فوج
لام پر جا رہی ہے، جلدی آؤ“ ساتھ ہی اسے دوسرا پیغام اس



کے صوبے دار ہزارا سنگھ کا ملا : ” میں اور میرا بیٹا بودھا سنگھ بھی لام پر جا رہے ہیں۔ تم ہمارے گاؤں آ جاؤ، ساتھ چلیں گے۔“ صوبے دار کا گاؤں راستے میں تھا۔ صوبے دار، لہنا سنگھ کو بہت چاہتا تھا۔ جب وہ چلنے لگے تو صوبے دار نے کہا : ” صوبے دار فی تجھے بلا رہی ہے۔ تجھے جانتی ہے۔ جا مل آ۔“ لہنا سنگھ اندر پہنچا۔ اُسے حیرت ہوئی کہ صوبے دار فی اسے کیسے جانتی ہے ؟ وہ تو کبھی اس سے ملا نہیں۔ اس نے دروازے پر جا کر پیشانی جھکا کر پر نام کیا۔ آشیر واد کی آواز سنی۔ لہنا سنگھ چپ رہا۔

” مجھے پہچانا ؟“ صوبے دار فی نے پوچھا۔

” نہیں“

” تیری سگائی ہو گئی ؟ دھت — کل ہو گئی، دیکھتے نہیں ریشمی دوپٹہ — امرتسر“ صوبے دار فی نے یاد دلایا۔ لہنا سنگھ کو بچپن کی یاد آ گئی۔ صوبے دار فی نے آگے کہا : ” میں تو تمہیں دیکھتے ہی پہچان گئی تھی۔ ایک کام کہتی ہوں۔ میرا ایک ہی بیٹا ہے اور وہ بھی صوبے دار جی کے ساتھ لام پر جا رہا ہے۔ چار بیٹے اور ہو گئے تھے مگر ایک بھی زندہ نہیں رہا۔ اگر سرکار نے عورتوں کی پلٹن بنائی ہوتی تو میں بھی ساتھ جاتی۔ ایک دن تم نے مجھے تانگے کے نیچے آکر مرنے سے بچایا تھا۔ ایسے ہی ان دونوں کو پہچانا۔ میں تمہارے سامنے دامن پھیلاتی ہوں۔ یہ میری التجا ہے۔“ یہ کہہ کر صوبے دار فی روتی روتی اندر چلی گئی۔ لہنا سنگھ بھی آنسو



پونچھتا ہوا باہر آ گیا۔

لہنا سنگھ کی سکھ رائفلز کو فرانس اور بیلجیم میں تعینات کیا گیا۔ گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ یہ لوگ خندق میں بیٹھے بیٹھے اوب چکے تھے۔ خندق سے باہر موت تھی۔ صافہ یا جسم کا کوئی حصہ باہر دکھائی دیتے ہی گولی لگنے کا ڈر تھا۔ رات دن توپوں کے دھماکے۔ بموں کے پھٹنے سے دھرتی ہل ہل اٹھتی۔ زمین کے ہلنے سے لہنا سنگھ کو نگر کوٹ کا زلزلہ یاد آیا۔ اس نے اپنے ساتھی سے کہا: ”یہ بھی کوئی لڑائی ہے۔ دن رات خندق میں بیٹھے بیٹھے ہڈیاں اکڑ گئیں۔ لدھیا نہ سے دس گنا زیادہ سردی اور اوپر سے کبھی بارش تو کبھی برف باری۔ پنڈلیوں تک کیچڑ میں دھنسنے ہوئے ہیں۔ دشمن کہیں نظر نہیں آتے معلوم نہیں وہ مٹی میں لپٹے ہیں یا گھاس کی پتیوں میں چھپے ہیں“

صوبے دار ہزار اسنگھ نے سمجھایا: ”صرف تین دن کی بات ہے، چار دن تو نکل گئے۔ پیرسوں دوسری ٹکڑی آجائے گی پھر سات دن کی چھٹی۔ اپنے ہاتھوں سے بکرے کو کاٹیں گے۔ پھر خوب پیٹ بھر کھانا کھا کر فرنگی میم کے باغ میں سو رہیں گے۔ وہ ہمیں خوب دودھ اور پھل کھلاتی ہے۔ کہنے کے باوجود ایک پیسہ نہیں لیتی۔ کہتی ہے کہ تم راجا ہو میرے دیش کو بچانے آئے ہو۔“

لہنا سنگھ نے کہا: ”چار دن سے پلک نہیں جھپکی۔ مجھے مارچ کرنے کا حکم مل جائے تو اکیلا چار جرموں کو مار کر لوٹوں۔“

اس دن حملہ کیا تھا تو چار میل تک ایک جرمن نہیں چھوڑا تھا۔ جنرل صاحب نے واپس آنے کا حکم نہیں دیا ہوتا تو...
 ”سیدھے برلن پہنچ جاتے کیوں؟“ صوبے دار ہزارا سنگھ نے مسکرا کر کہا۔ ”لڑائی کے معاملے جمعدار اور نایکوں
 سے نہیں چلتے۔ بڑے افسر دور کی سوچ کر ہی کہتے ہیں۔“

صوبے دار نے لہنا سے سکڑی (انگلیٹھی) میں کوئلے ڈالنے کے لیے کہا۔ وزیر اور اس کے تین ساتھیوں کو خندق
 کا پانی بالیوں سے باہر پھینکنے کا حکم دیا۔ شام ہو گئی تھی اس لیے ہا سنگھ کو دروازے کا پہرہ بدلنے کو کہا۔
 صوبے دار خود ساری خندق کا چکر لگانے لگے۔

وزیر خندق سے پانی باہر پھینکتے ہوئے بولا: ”دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے جرمنی کے بادشاہ کے نام پر جل چڑھا چڑھا کر
 میں تو پندت بن گیا ہوں“ اس پر سب ہنس پڑے۔

پھر لہنا سنگھ نے فرنگی میم کی بات بتائی کہ وہ زبردستی سگریٹ دیتی ہے ہونٹوں میں لگانا چاہتی ہے۔ اب اسے کون سمجھائے کہ کتنے بگاڑیں تھے۔
 خندق میں لڑائی کی کمان صوبے دار کے ہاتھ میں تھی۔ اس کے پاس اپنے بیٹے بودھا سنگھ کی طرف توجہ کرنے کا بھی وقت نہیں تھا۔
 بودھا سنگھ بیمار ہو گیا تھا۔ لہنا سنگھ اس کی پوری دیکھ بھال کر رہا تھا۔ رات بھر اپنے دونوں کمرے اُٹھا دیتا اور خود سکڑی
 کے سہارے گزارا کرتا۔ اس کے بجائے خود پہرہ دے آتا۔ اپنے سوکھے تختوں پر اُسے سلاتا اور آپ کیچڑ میں پڑا رہتا۔ صوبے دار
 ہزارا سنگھ یہ سب دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے لہنا سے کہا: ”سردی کیا ہے؟ موت ہے کہیں تم نہ بیمار پڑ جانا“

”میری فکر مت کرو۔ میں تو اپنے گاؤں میں گھر پر ہی ٹیبل کی کھڑکے کنارے مروں گا۔ میرا سر بھائی کیرت سنگھ کی گود میں ہوگا۔ مجھ پر اُس آم کے پیڑ کی چھاؤں ہوگی جو میں نے خود اپنے ہاتھ سے گھر کے آنگن میں لگایا تھا۔“

وزیرا سنگھ غصے میں بولا: ”کیا مرنے ورنے کی بات کرتے ہو مری جرمن۔ اور — ہاں، تو سنو بھائیو!“ اس کے بعد وزیرا نے ایک پنجابی لوک گیت گایا۔ گیت کی مستی سے ساری خندق جھوم اٹھی۔ سپاہیوں میں تازگی آگئی۔

آدھی رات بیت چکی ہے۔ گھنا اندھیرا ہے۔ سناٹا چھایا ہوا ہے۔ بودھا سنگھ بسکٹوں کے ڈبوں پر اپنے دونوں کبیل بچھائے اور لہنا سنگھ کے دونوں کبیل اوڑھے سو رہا ہے۔ تھوڑی دیر پہلے ہی لہنا سنگھ نے زبردستی اُسے اپنی جرسی بھی پہنا دی تھی۔ اس نے اسے سمجھایا تھا کہ اس کے پاس ایک دوسری جرسی بھی ہے جو ولایت کی میموں نے بن کر بھیجی ہے۔ لیکن یہ بات جھوٹ تھی۔ اس کے پاس کوئی دوسری جرسی نہیں تھی۔

لہنا سنگھ خاکی کوٹ اور جین کا کرتا پہنے ہوئے ہی پہرے پر کھڑا تھا۔ اس وقت خندق کے مُنہ سے آواز آئی: ”صوبے دار ہزارا سنگھ!“

”کون؟ لپٹن صاحب! حکم حضور!“ کہہ کر صوبے دار نے فوجی سلام ٹھونکا۔

”دیکھو اسی وقت دھاوا بولنا ہے۔ یہاں سے کوئی میل بھر دور پورب کی طرف ایک جرمن خندق ہے۔ اس میں پچاس سے زیادہ جرمن نہیں ہوں گے ان پیڑوں سے راستہ ہے۔ موٹر پر پندرہ جوان کھڑے کر کے آیا ہوں۔ یہاں دس آدمی چھوڑ دو۔ باقی

سب ان سے جا ملو۔ خندق چھین لو۔ دوسرا حکم ملنے تک وہیں ڈٹے رہو۔ میں یہاں رہوں گا۔“

چپ چاپ سب تیار ہو گئے۔ بودھا بھی چلنے کو تیار ہو گیا۔ لہنا سنگھ نے اسے روکا۔ لہنا چلنے لگا تو صوبے دار نے اسے وہیں رک کر بودھا کی دیکھ بھال کرنے کا اشارہ کیا۔ لہنا سنگھ اس کا اشارہ سمجھ کر چپ ہو گیا۔ سب چلنے کے لیے تیار ہو گئے۔ کوئی رکنا نہیں چاہتا تھا۔ سمجھا بھجا کر صوبے دار نے مارچ کیا۔ لیپٹن صاحب لہنا کی طرف منہ کر کے سگریٹ سلگانے لگے۔ دس منٹ بعد انہوں نے لہنا طرف سگریٹ بڑھاتے ہوئے کہا: ”لو تم بھی پیو۔“

پلک جھپکتے ہی لہنا سنگھ سب کچھ سمجھ گیا۔ سگریٹ لیتے ہوئے اس نے سگری کے اجالے میں صاحب کا منہ دیکھا، بال دیکھے۔ اس کا ماتھا ٹھنکا۔ لیپٹن صاحب کے پیٹوں والے بال کہاں گئے؟ یہ قیدیوں کی طرح کٹے ہوئے بال کہاں سے آ گئے؟ اس نے صاحب کو جانچنا چاہا۔ وہ جانتا تھا کہ لیپٹن صاحب پانچ سال سے اس کی زحمت میں تھے۔ اس نے پوچھا: ”کیوں صاحب ہم ہندوستان کب جائیں گے؟“

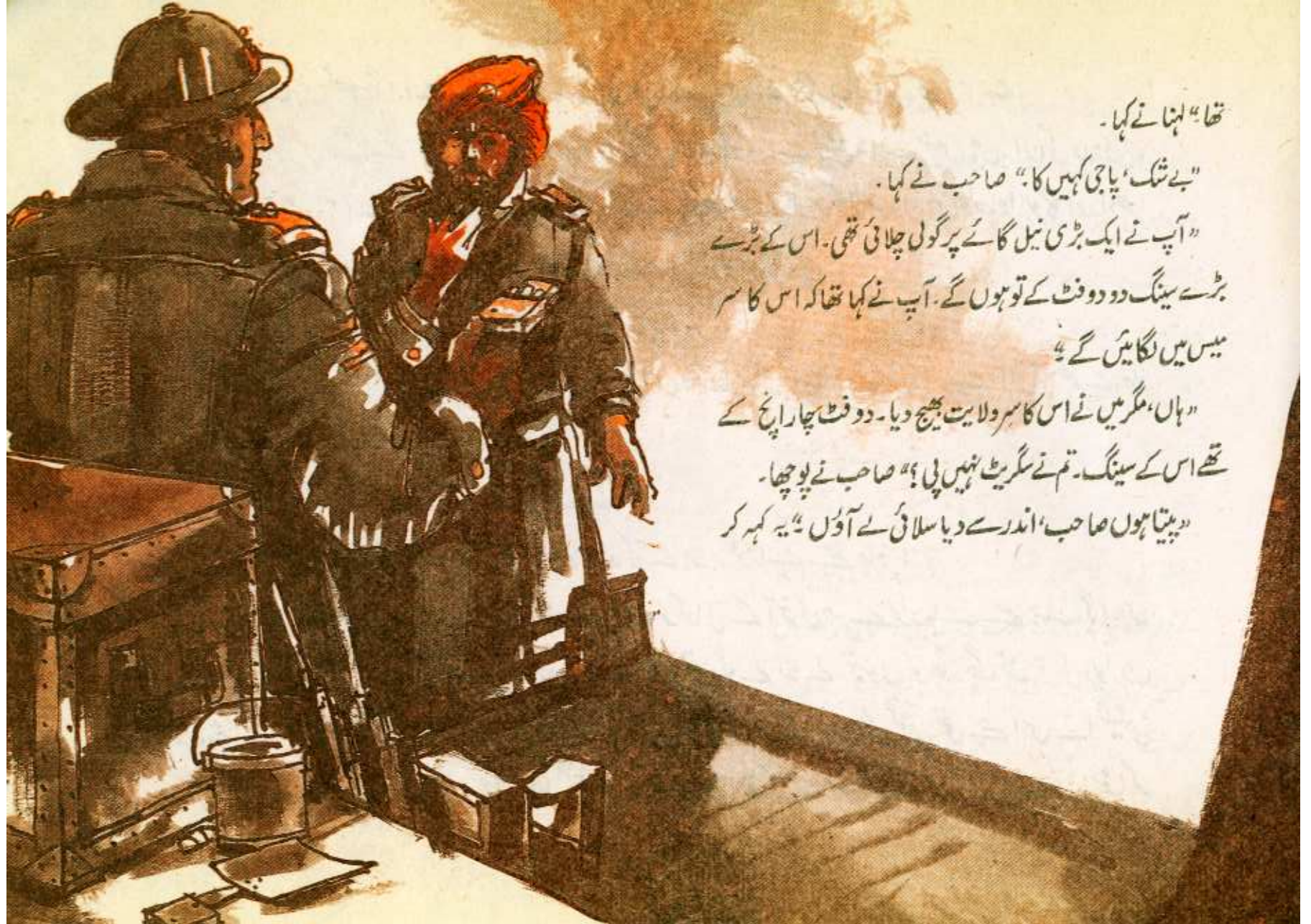
”لڑائی ختم ہونے پر کیوں، کیا یہ ملک پسند نہیں؟“ صاحب نے پوچھا۔

”نہیں صاحب، شکار کے وہ مزے کہاں! یاد ہے پچھلے سال جب آپ اور ہم جگا دھری ضلع میں شکار کرنے گئے تھے؟“

لہنا سنگھ نے پوچھا۔

”ہاں، ہاں“

”جب آپ گدھے پر سوار تھے۔ آپ کا خانا ماں عبداللہ راستے میں ایک مندر میں چل دیانی، چڑھانے کے لیے رک گیا



تھا "لہنا نے کہا۔

"بے شک، پاجی کہیں کا۔" صاحب نے کہا۔

"آپ نے ایک بڑی نیل گائے پر گولی چلائی تھی۔ اس کے بڑے

بڑے سینک دو دو فٹ کے تو ہوں گے۔ آپ نے کہا تھا کہ اس کا سر

میس میں لگائیں گے؟

"ہاں، مگر میں نے اس کا سر ولایت بھیج دیا۔ دو فٹ چار انچ کے

تھے اس کے سینک۔ تم نے سگریٹ نہیں پی؟" صاحب نے پوچھا۔

"پیتا ہوں صاحب، اندر سے دیا سلائی لے آؤں؟" یہ کہہ کر

لہنا سنگھ خندق میں گھس گیا۔ اسے شک نہیں رہا۔ یقین ہو گیا تھا۔ اس نے طے کر لیا کہ آگے کیا کرنا ہے۔
 اندر جا کر اس نے اپنے سبھی ساتھیوں کو ہوشیار کر دیا کہ یہ آدمی اپنے لیپٹن صاحب نہیں ہیں۔ ان کی وردی میں
 کوئی جرم نہ ہے۔ اس نے ساتھیوں کو سمجھایا کہ دھوکہ ہو گیا ہے۔ اُدھر صوبے دار پر کھلے میدان میں دھاوا ہوگا اور اُدھر
 ہم پر۔ دو آدمی چپ چاپ دوڑ کر جاؤ اور صوبے دار سے لوٹنے کو کہو۔

”پر حکم تو یہ ہے کہ“ ایک فوجی نے کچھ کہنا چاہا۔

ایسی تیزی حکم کی۔ میرا حکم، جمعدار لہنا سنگھ جو اس وقت یہاں سب سے بڑا افسر ہے، اس کا حکم ہے۔ جاؤ۔
 میں لیپٹن صاحب کی خبر لیتا ہوں۔“ لہنا نے کہا۔

”مگر یہاں تم آٹھ ہی رہ جاؤ گے“ ایک نے کہا۔

”آٹھ نہیں دس لاکھ۔ ایک ایک اکالی سکھ سو لاکھ کے برابر ہوتا ہے۔ چلے جاؤ۔“

دو فوجی چپ چاپ چلے گئے۔ لہنا سنگھ لوٹ کر کھائی کے آخری سرے پر دہانے سے چپک گیا۔ اس
 نے دیکھا کہ لیپٹن صاحب نے جیب سے بیل پھل کے برابر تین گولے نکالے۔ تینوں کو جگہ جگہ خندق کی دیواروں
 میں چپکا دیا اور تینوں کو ایک تار سے جوڑ دیا۔ اس کے ہاتھ میں تار کے سوت کی گتھی تھی جسے اس نے انگلیٹھی
 کے پاس رکھا تھا۔ صاحب دیا سلائی جلا کر گتھی پر رکھنے ہی والا تھا کہ لہنا سنگھ نے فوراً الٹی بندوق اٹھا کر



صاحب کی کہنی پر دے ماری۔ دوبارہ بندوق کا کنڈا
صاحب کی گردن پر دے مارا۔ صاحب ”آہ“ ”ہا“ کہتا ہوا
چت ہو گیا۔ لہنا سنگھ نے تینوں گولے نکال کر خندق سے
باہر پھینک دئے۔ پھر صاحب کو گھسیٹ کر انگلیٹھی کے پاس ڈال
دیا۔ جیسوں کی تلاشی لے کر تین چار لفافے اور ایک ڈائری
نکال کر اپنی جیب میں ڈال لی۔ صاحب کو ہوش میں آتے دیکھ کر
لہنا سنگھ منہس کر بولا: ”کیوں لپٹن صاحب کیا حال ہے؟
آج میں نے آپ سے بہت سی باتیں سیکھی ہیں۔ سیکھ کر ریٹ
پیتے ہیں۔ جگا دھری ضلع میں نیل گائے ہوتی ہیں۔ ان
کے دو فٹ چار انچ کے سینگ ہوتے ہیں۔ مسلمان خانہ ماں
مورتیوں پر جل چڑھاتا ہے۔ لپٹن صاحب گدھے پر
چڑھتے ہیں۔ اتنی اچھی اردو کہاں سیکھی؟ ہمارے صاحب
تو بنا ”ڈیم“ کے پانچ لفظ بھی نہیں بولتے۔“



سردی سے بچنے کے لیے صاحب نے تپکون کی جیب میں ہاتھ ڈالے۔ جیب میں پستول تھا۔ لہنا سنگھ نے جیبوں کی تلاشی نہیں لی تھی۔ لہنا سنگھ اپنی دھن میں بولے جا رہا تھا کہ اسی وقت پستول چلا۔ لہنا کی ران میں گولی لگی۔ اسی دم لہنا نے بھی بندوق کے دو فائر سے صاحب کا کام کر دیا۔ دھماکہ سن کر سب دوڑ کر آئے۔ بودھا چلا یا: ”کیا ہوا؟“ لہنا سنگھ نے اسے تو یہ کہہ کر سلا دیا کہ پاگل کتا آیا تھا مار دیا۔ یا قیوں سے سب حال کہہ دیا۔ سب بندوقیں لے کر تیار ہو گئے۔ لہنا نے صافہ پھاڑ کر زخم پر پٹی باندھ لی۔ خون بند ہو گیا۔

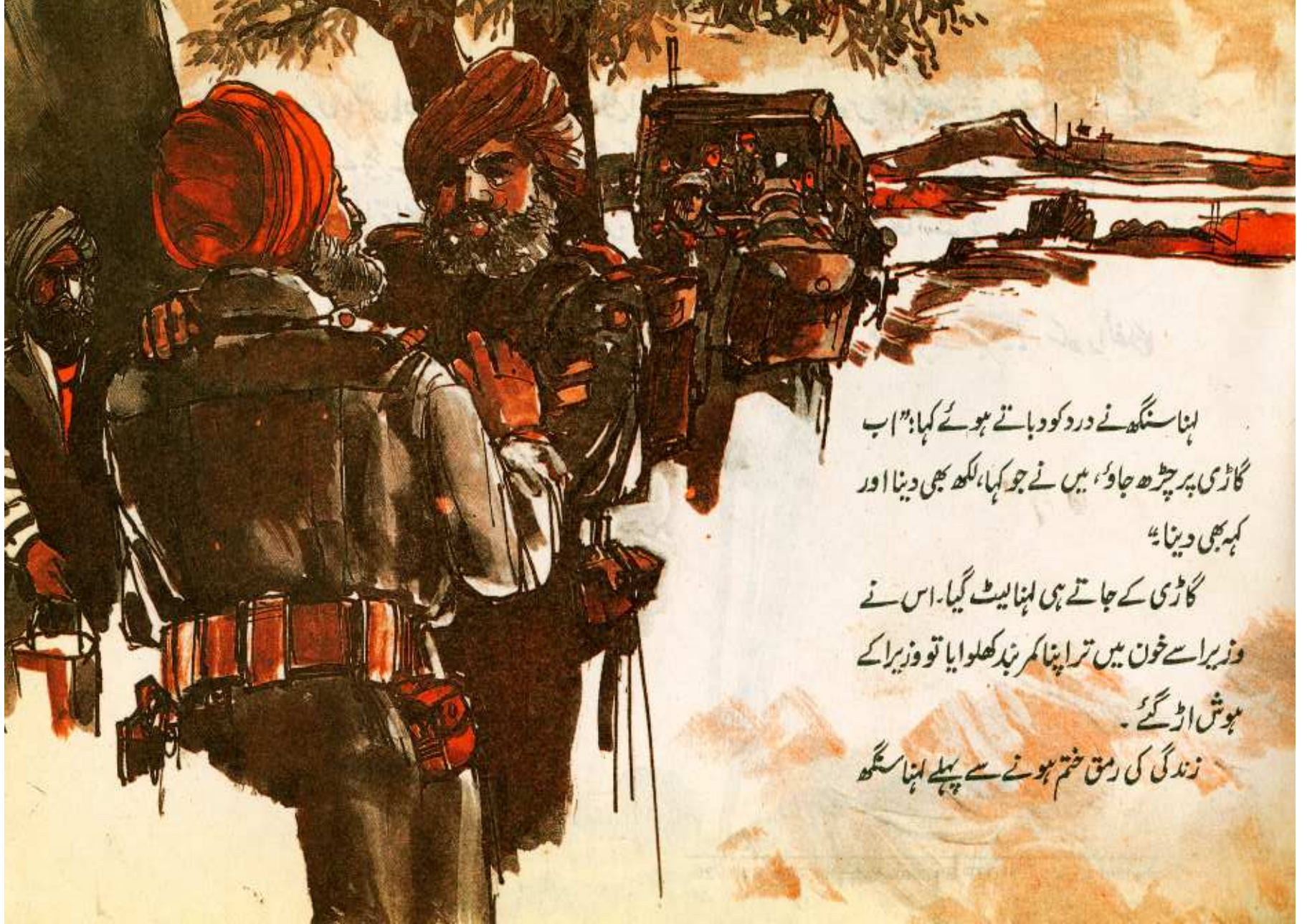
اسی وقت لگ بھگ ستر جرمن فوجی چلاتے ہوئے خندق میں گھس پڑے۔ سکھوں کی بندوقوں نے پہلے حملے کو روکا، دوسرے کو روکا۔ مگر یہ آٹھ تھے اور وہ ستر۔ اپنے مردہ ساتھیوں پر چڑھ کر جرمن آگے بڑھے چلے آ رہے تھے۔ اچانک پیچھے کی طرف سے آواز آئی: ”واہے گروجی کا خالصہ، واہے گروجی کی فتح!“ اور جرمنوں کی پیٹھ پر دھڑا دھڑا گولیاں برسنے لگیں۔ جرمن جیسے چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پھنس گئے۔ پیچھے صوبے دار ہزارا سنگھ کے جواؤں کی یلغار اور سامنے سے لہنا سنگھ کے ساتھیوں کی آگے پیچھے سنگینیں رقص کرنے لگیں اور ان کے جسموں کو چھیدنے لگیں۔ ایک آواز گونجی ”اکال سکھوں کی فوج آئی۔ واہے گروجی کا خالصہ، واہے گروجی کی فتح۔ ست شری اکال پرورش!“ لڑائی ختم ہو گئی۔ تیرہ ٹھہ جرمن مر گئے یا کراہ رہے تھے۔ سکھوں میں پندرہ شہید ہو گئے۔ صوبے دار کے کندھے میں گولی آ رہی ہو گئی تھی۔ لہنا سنگھ کی پسلی میں بھی ایک گولی لگی تھی۔ اس نے زخم کو فوراً خندق کی

گیلی مٹی سے بھریا۔ کسی کو پتہ نہیں چلا کہ لہنا کو دوسرا اتنا گہرا زخم لگا ہے۔

لہنا سنگھ نے صوبے دار کو سارے کاغذات اور ڈائری دے دی۔ صوبے دار نے اس کی ہوشیاری اور فوری عمل کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ آج اگر لہنا سنگھ نہ ہوتا تو سب مارے جا چکے ہوتے۔

لڑائی کی خبر پا کر پاس کے فوجی اسپتال سے زخمیوں کو لینے کے لیے دو گاڑیاں اور ڈاکٹر آ گئے۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کر کے ایک گاڑی میں انھیں لٹایا اور دوسری گاڑی میں لاشیں رکھی گئیں۔ صوبے دار نے لہنا کی ران میں بٹی بندھوانی چاہی تو اس نے معمولی زخم تبا کر ٹال دیا۔ بودھا سنگھ بخار میں بڑ بڑا رہا تھا۔ اسے گاڑی میں لٹایا گیا۔ لہنا کو چھوڑ کر صوبے دار جانا نہیں چاہتے تھے۔ یہ دیکھ کر لہنا نے انھیں بودھا اور صوبے دارنی کی قسم دی۔ تب کہیں جا کر وہ مانے۔ چلتے چلتے لہنا نے صوبے دار سے کہا: ”سنئے! صوبے دارنی حوراں کو خط لکھو تو میرا سلام لکھ دینا۔ جب گھر جاؤ تو ان سے کہنا کہ انھوں نے جو کہا تھا، وہ میں نے پورا کر دیا۔“

گاڑی پر چڑھتے چڑھتے، صوبے دار نے لہنا کا ہاتھ پکڑ کر کہا، ”تم نے میری اور بودھا کی جان بچائی ہے۔ لکھنا کیا؟ گھر ساتھ چلیں گے۔ اپنی صوبے دارنی سے تو خود ہی کہہ دینا۔“ اس نے کب کہا تھا؟“



ہناسنگھ نے درد کو دباتے ہوئے کہا: ”اب
گاڑی پر چڑھ جاؤ، میں نے جو کہا، لکھ بھی دینا اور
کہہ بھی دینا۔“

گاڑی کے جاتے ہی ہنایٹ گیا۔ اس نے
وزیر اسے خون میں تراپنا کمر بند کھلوا یا تو وزیرا کے
ہوش اڑ گئے۔

زندگی کی رمق ختم ہونے سے پہلے ہناسنگھ

کو بچپن کی ساری باتیں یاد آتی گئیں۔ اس کا سر وزیرا کے گھٹنے پر تھا۔ اسے محسوس ہوا جیسے وہ اپنے گھر کے آگے،
آنگن میں لگے آم کے پیڑ کے نیچے، بھائی کیرت سنگھ کی گود میں سر رکھے لیٹا ہے۔ وہ بڑ بڑایا: ”چاچا بھتیجا دونوں
یہیں آم کھانا، جتنا بڑا تیرا بھتیجا اتنا بڑا یہ آم کا پیڑ۔ اس کے جنم کے وقت ہی لگایا تھا اسے۔“
وزیرا کے آنسو نکل پڑے۔

کچھ دن بعد اخبار میں چھپا — فرانس اور بیلیجیم — ۶۸ ویں فہرست۔ زخمی ہو کر مرا — نمبر ۷۷، سکھ رائفلز کا
جمعہ دار لہنا سنگھ۔



قیمت: 6.50
نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا

